اسلام میں عورت کی حیثیت

(مولوی الطاف الرحمٰن صاحب بستوی متعلم مدرسہ رحمانیہ دہلی)

قارئین کرام! صنف نازک جو نوع انسانی کا نصف حصہ ہے۔ اس کے مراتب و مدارج اور حقوق کے متعلق دنیا کے مختلف گوشوں اور حصوں میں مختلف اصول وضوابط وضع کئے گئے، لیکن تعجب خیز امر یہ ہے کہ اسوقت تک اس نحیف وضعیف جماعت نے اپنے مدارج وحقوق کی دادنہ پائی جب تک آفتاب رسالت دنیا پر طلوع نہ ہوا فطرت نے دنیا کے مختلف حصول اور خطوں کو خاص خاص چیزوں میں ممتاز پیدا کیا تھا، ان میں سے روم کو آئین وقانون سے خاص ذوق اور مناسبت تھی اور اس کے قوانین تمام دنیا میں اعلیٰ وافضل تسلیم کئے گئے تھے "ان اعلیٰ ترین" قوانین میں صنف نازک کے جو حقوق تسلیم کئے گئے وہ یہ تھے کہ عورت عقد ونکاح کے بعد اپنے خاوند کی مملوکہ اور زر خرید لونڈی ہوجاتی تھی وہ جو کچھ زرو مال محنت ومشقت سے کماتی تھی سب خاوند کی ملک بنجاتا تھا وہ کسی مظلوم ومصیبت زدہ اور بیکس انسان کو پناہ بھی دینے کا حق نہیں رکھتی تھی وہ کسی سے عہد وپیمان نہیں کرسکتی تھی۔ حتی کہ مرتے وقت کسی قسم کی وصیت کا بھی حق نہیں رکھتی تھی۔ اسی طرح عرب جو اسلام کی پہلی منزل ہے وہاں بھی عورتوں کی حالت نہایت خراب اور افسوسناک تھی۔ اپنے مورث کے متروکہ مال سے ان کو کچھ حصہ نہیں ملتا تھا۔ عرب کا قول تھا کہ میراث اس کا حق ہے جو تلوار پکڑ سکتا ہو اسی بنا پر چھوٹے بچے بھی وراثت سے محروم رہتے تھے۔ طلاق کیلئے کوئی مدت اور عدت نہ تھی یعنی جب تک اور جس طرح شوہر چاہتا اسکو اپنی زوجیت میں رکھتا اور جب چاہتا اسکو معلق چھوڑ کر سخت اذیتیں پہنچاتا۔ الغرض اسلام سے پہلے عورت جن دردناک مظالم کا تختۂ مشق بنی رہی اس کی ایک طویل فہرست تیار کی جاسکتی ہے، لیکن اسوقت میرا مقصد یہ نہیں ہے بلکہ آج کی صحبت میں میں آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اسلام نے ان مظلوموں کے ساتھ کیا سلوک روا رکھا۔ اور اس نے اپنے ماننے والوں کو ان کے حقوق کی نگہداشت کی کس طرح تعلیم دی ہے اور اور انھیں تعلیمات سے اعراض کا نتیجہ ہے کہ آج ہزاروں اللہ کی بندیاں اپنے شوہروں کے مظالم سے تنگ آکر نعوذ باللہ کفر وارتداد کی راہ اختیار کرلیتی ہیں۔ پس سب سے پہلے اس پر غور کیجئے کہ قرآن نے اس فطری تعلق کو کس خوبی کے ساتھ مختصر مگر نہایت جامع الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔ ارشاد ہے

وَخَلَقَ لَكُمْ مِنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوْا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَّرَحْمَةً۔	تمہارے لئے تمہاری ہی جنس سے بیویاں پیدا کیں تاکہ تمہیں ان سے راحت وسکون قلبی حاصل ہو اور تم دونوں میں الفت ومحبت، رافت ورحمت پیدا کردی۔

عورت کی مستقل ہستی ۔ مذکورہ بالا آیت نے فطری تعلقات کے لحاظ سے گو مرد وعورت کو دو قالب

ایک روح قرار دیا۔ لیکن معاشرت کے حقوق، زندگی اور انسانیت کے اصول میں عورت کی مستقل ہستی بھی مانی۔ بلکہ مختلف طریقوں اور متعدد پیرایوں میں اس پر زور دیا کہ زن و شوہر مساویانہ درجہ و رتبہ کے دو رفیق ہیں اور اس باب میں دونوں دو مستقل ہستی و وجود ہیں۔

اَنِّیْ لَآ اُضِیْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْکُمْ مِّنْ ذَکَرٍ اَوْ اُنْثیٰ (آل عمران) یعنی تم میں سے مرد ہو خواہ عورت میں کسی کا عمل ضائع نہیں کرونگا۔

گویا دونوں کی زندگی بالذات قائم ہے اور ہر ایک اپنے اپنے اعمال کا ذمہ دار ہے۔ دوسری جگہ فرمایا۔

وَمَنْ یَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَکَرٍ اَوْ اُنْثیٰ وَھُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِکَ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّۃَ وَلَا یُظْلَمُوْنَ نَقِیْرًا (النسا)	مرد ہو یا عورت جو بھی مومن ہو کر نیک کام کرے گا وہ جنت کا مستحق ہے کسی کی ذرہ برابر بھی حق تلفی نہیں کی جائیگی۔ فرمایا
مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَکَرٍ اَوْ اُنْثیٰ وَھُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْیِیَنَّہٗ حَیٰوۃً طَیِّبَۃً وَلَنَجْزِیَنَّھُمْ اَجْرَھُمْ بِاَحْسَنِ مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ (نحل ۱۴)	جو شخص نیک کام کریگا خواہ مرد ہو یا عورت اگر وہ مومن ہے تو اس کو ہم خوشگوار زندگی بخشیں گے اور آخرت میں بھی اسکے اچھے اعمال کا ثواب دینگے۔

ان آیتوں سے صاف پتہ چلتا ہے کہ اصول زندگی اور شریعت کے تکلیفی احکام میں عورت و مرد کی زندگی دینی و دنیاوی حیثیت سے جداگانہ شے ہے اس سے بھی زیادہ وضاحت کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے بہت سی آیتوں میں مرد و عورت دونوں کو مساویانہ حیثیت سے ذکر کیا ہے۔ وہ اعمال اور پھر اس کے نتائج کے لحاظ سے دونوں میں کسی طرح کی بھی تفریق نہیں کرتا۔ سورہ نور میں جہاں ازدواجی زندگی کی تشریح کی ہے وہاں صاف صاف طور پر یہ بھی بتایا ہے کہ افعال و اعمال کے اعتبار سے دونوں یکساں طور پر اپنی اپنی راہیں رکھتے ہیں اور دونوں پر ایک ہی طرح کا دروازہ کھول دیا گیا ہے

لِلرِّجَالِ نَصِیْبٌ مِّمَّا اکْتَسَبُوْا وَلِلنِّسَآءِ نَصِیْبٌ مِّمَّا اکْتَسَبْنَ (النسا) میں بھی اسی حقیقت پر روشنی ڈالی گئی ہے چنانچہ جس طرح وہ نیک مردوں کے فضائل و محامد اور مدارج بتلاتا ہے اسی طرح نیک عورتوں کے بھی اور جس طرح بدعمل مردوں کی برائیاں بیان کرتا ہے اسی طرح بدعمل عورتوں کی بھی مذمت کرتا ہے کہیں بھی ان دونوں میں اس کے متعلق کسی طرح کا امتیاز اس نے جائز نہیں رکھا۔ مردوں کے لئے اگر فرمایا اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ، الْحٰمِدُوْنَ، السَّآئِحُوْنَ، الرّٰکِعُوْنَ، السّٰجِدُوْنَ، الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاھُوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰہِ تو عورتوں کیلئے بھی فرمایا مُسْلِمٰتٍ، مُؤْمِنٰتٍ، قٰنِتٰتٍ، تٰٓئِبٰتٍ، عٰبِدٰتٍ، سٰٓئِحٰتٍ، ایسے مقامات میں ہر جگہ خداوند قدوس مرد عورت کو ایک ہی صف میں کھڑا کرتا، ایک ہی درجہ میں رکھتا اور ایک ہی طرح پر ذکر و خطاب کرتا ہے۔

اِنَّ الْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ، وَالْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ، وَالْقٰنِتِیْنَ وَالْقٰنِتٰتِ، وَالصّٰدِقِیْنَ وَالصّٰدِقٰتِ، وَالصّٰبِرِیْنَ وَالصّٰبِرٰتِ، وَالْخٰشِعِیْنَ وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِیْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ

وَالصَّائِمِیْنَ وَالصَّائِمَاتِ وَالْحَافِظِیْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحَافِظَاتِ وَالذَّاكِرِیْنَ اللّٰهَ كَثِیْرًا وَالذَّاكِرَاتِ، اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِیْمًا (احزاب پ۲۲) اس آیت کا خلاصہ مقصد یہ ہے کہ جسطرح مردوں میں مسلم و مومن مرد ہیں اسی طرح عورتوں میں بھی مسلمہ و مومنہ ہیں۔ جس طرح مردوں میں قانت مرد ہیں اسی طرح عورتوں میں بھی قانتہ عورتیں ہیں جس طرح مردوں میں صادق مرد ہیں اسی طرح عورتوں میں بھی صادقہ عورتیں ہیں جس طرح مردوں میں اللہ کا خوف رکھنے والے اور بکثرت اس کا ذکر کرنیوالے ہیں اسی طرح عورتوں میں بھی خوف الٰہی رکھنے اور اس کا بکثرت ذکر کرنیوالی ہیں۔ جس طرح مردوں میں ایسے پاکباز ہیں کہ نفسانی خواہشوں کے غلبہ سے اپنی حفاظت کرتے ہیں اسی طرح عورتوں میں بھی ایسی پاکباز ہستیاں ہیں جو اپنی عصمت کی حفاظت سے کبھی غافل نہیں ہوتیں۔

غور کرو کسی وصف میں تفریق و تمیز نہیں، کسی فضیلت میں بھی عدم مساوات نہیں پھر کیا ممکن ہے کہ جس مذہب نے مردوں اور عورتوں کے اخلاقی مساوات اس درجہ ملحوظ رکھے ہوں اس کا یہ فیصلہ ہو سکتا ہے کہ عورتوں کی جنس مردوں کے مقابلہ میں زیادہ بد اخلاق ہے۔ ناظرین کرام! حقیقت یہ ہے کہ دنیا میں کوئی عورت بری نہ ہوتی اگر مرد اسے برا بننے پر مجبور نہ کرتا، عورت کی برائی کتنی ہی سخت اور مکروہ شکل و صورت میں نمایاں ہوتی ہو لیکن اگر حقیقت کی روشنی میں دیکھا جائے تو تہ میں ہمیشہ مرد ہی کا ہاتھ دکھائی دیگا۔

عورتوں کے متعلق چند غلط فہمیوں کا ازالہ

(۱) تورات میں ہے کہ شجر ممنوعہ کے پھل کھانیکی ترغیب آدم کو حوا نے دی تھی اسلئے نافرمانی کا پہلا قدم جو انسان نے اٹھایا وہ عورت کا تھا۔ اور وہی مرد کو سیدھی راہ سے بھٹکانیوالی ہے لیکن اسلام اس کی کہیں بھی تصدیق نہیں کرتا بلکہ قرآن ہر جگہ اس معاملہ کو دونوں کی طرف مساویانہ حیثیت سے منسوب کرتا ہے۔ فرمایا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظَّالِمِیْنَ۔ (بقرہ) اور لغزش بھی ہوئی تو دونوں سے ایک ہی طرح کی ہوئی۔ فَاَزَلَّهُمَا الشَّیْطَانُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِیْهِ یعنی شیطان نے دونوں کو لغزش دی اور دونوں کے قدم ڈگمگا دیئے۔ یہ بات نہ تھی کہ کسی ایک پر دوسرے سے زیادہ ذمہ داری ہو۔

(۲) ایک اور بات جس کی عوام کو تو خبر نہیں البتہ علما سے سنا جاتا ہے۔ وہ عورت کی نحوست کا مسئلہ ہے لیکن یہ چیز بھی سرتاپا غلط ہے۔ اس غلط فہمی کی وجہ یہ ہے کہ پوری اور تمام حدیثیں پیش نظر نہیں۔ اصل یوں ہے کہ رسول اللہ صلعم سے دریافت کیا گیا تھا کہ نحوستیں کن کن چیزوں میں ہیں۔ آپ نے جواب دیا کہ نحوست بذاتہ کوئی شے نہیں اور کسی میں نہیں پائی جاتی۔ اگر پائی جاتی تو عورت، گھوڑے اور مکان میں پائی جاتی۔ ظاہر ہے کہ اس سے یہ کہاں ثابت ہوتا ہے کہ ان میں نحوست موجود بھی ہے۔

(۳) تیسری بات یہ مشہور ہے کہ عورتیں کم عقل ہوتی ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ قدرت نے عورت کو فطرتاً جو قوٰی

عطا فرمائے ہیں اور اس کی زندگی کے ساتھ جو لوازم وابستہ کر دیئے ہیں ان کی بنا پر وہ علوم و فنون سے اتنی بہرہ ور نہیں ہوسکتی جتنا ایک مرد۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ عقل و دانش سے بالکل کوری ہوتی ہے اور تعلیم و تربیت کے بعد بھی وہ صلاح پذیر نہیں ہوسکتی۔ دنیا کے حالات سے قطع نظر کرتے ہوئے خود اسلامی تاریخ میں آپکو بہت سے ایسے واقعات ملیں گے جہاں عورتوں کی دانشمندی اور ناخن تدبیر نے مشکل سے مشکل مسائل کو حل کیا ہے اور پیچیدہ سے پیچیدہ گتھیوں کو سلجھایا ہے۔ خود آنحضرت صلعم کے زمانہ کا واقعہ ہے کہ حدیبیہ کے موقعہ پر جب مکہ والوں نے آپ کو مکہ میں داخل ہونیسے روکا تو آپ نے ان سے ایسے شرائط کے ساتھ صلح کرلی جو بظاہر دب کر کی گئی تھی جس سے صحابہ بےحد برہم تھے۔ یہانتک کہ تکمیل معاہدہ کے بعد جب آنحضرتؐ نے ان کو احرام کھولنے اور اپنی اپنی قربانیاں ذبح کرنیکا حکم دیا تو کسی نے اس کی تعمیل اور تکمیل نہ کی۔ آپ نہایت مضطرب ہوئے۔ . . . .

. . . . اور اس نازک موقعہ پر اپنی بی بی ام سلمہؓ کے پاس تشریف لیگئے جنھوں نے آپ کے چہرہ مبارک پر انتہائی حزن و ملال کے آثار دیکھکر وجہ دریافت کی تو آپنے کل حالات من وعن بیان کئے حضرت ام سلمہؓ نے مشورہ دیا کہ آپ انھیں جس بات کی تلقین فرماتے ہیں اس پر سب سے پہلے خود ہی عمل کیجئے چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی کیا۔ جب صحابہ کرامؓ نے آنحضرتؐ کو قربانی کرتے دیکھا تو یکے بعد دیگرے سبھوں نے آپ کی اتباع کی۔

غور کیجئے اسوقت آنحضورؐ کی پوزیشن کسقدر نازک ہورہی تھی لیکن جب حضورؐ نے ایک عورت یا بقول آپکے ایک کم عقل، انسان کے مشورہ پر عمل کیا تو سارے مرحلے طے ہوگئے۔ اور وہ خطرناک صورت حالات کتنی خوبصورتی کیساتھ ختم ہوگئی۔ پس جس طرح محض مرد ہو جانا عقلمندی کی ضمانت نہیں۔ اسی طرح صرف عورت کا جنم پاجانا بے عقلی کا سرٹیفکٹ نہیں ؎ نہ ہر زن زن است نہ ہر مرد مرد۔ خدا پنج انگشت یکساں نہ کرد۔

حسن معاشرت اور دلجوئی کی تعلیم (۱) قرآن مجید میں عَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ۔ عورتوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو، کی تاکید کے باوجود حجۃ الوداع کے موقعہ پر جب آپ اپنا آخری پیغام امت کو سنا رہے تھے توجیات انسانی کے اس شعبہ کی طرف خاص توجہ کی، جس کے بغیر انسانیت کی تکمیل نہیں ہوسکتی تھی چنانچہ پرزور الفاظ میں فرمایا اِتَّقُوا اللّٰهَ فِی النِّسَاءِ الحدیث۔ لوگو اللہ کی اس کمزور مخلوق کے بارے میں ہمیشہ اللہ سے ڈرتے رہنا جو تمہارے ہاتھوں میں قیدی کی طرح ہیں۔ ان کے تمام حقوق کا خیال رکھنا جن کے باعث وہ تمہارے لئے حلال کردی گئی ہیں۔

(۲) آنحضرتؐ جنگ تبوک کے موقع پر تشریف لیجارہے تھے، چند ازواج بھی ساتھ تھیں۔ شتربان نے حدی خوانی شروع کی۔ جس سے اونٹ تیز رفتار ہوگئے جس سے محملوں میں شدید حرکت پیدا ہوگئی اور پردہ نشین عورتیں باہم ٹکرانے اور ہچکولے کھانے لگیں تو آنحضورؐ نے انجشہ شتربان کو مخاطب کرکے فرمایا یا انجشہ لا تکسر القواریر اے انجشہ ان شیشوں کو مت توڑ۔ یہاں عورتوں کو آبگینہ یعنی شیشوں سے تعبیر کرنا کسقدر لطیف استعارہ ہے۔ اس سے زیادہ اور کیا عورتوں کے ساتھ حسن سلوک ان کے حقوق کی رعایت اور ان کی دلجوئی و پاس خاطر ملحوظ رکھنے

کی تعلیم ہوسکتی ہے۔
(۳۳) اسلام سے پہلے لڑکی کی پیدائش بدقسمتی اور نحوست کی دلیل تھی۔ دور جانے کی ضرورت نہیں خود ہندوستان کے اندر ایک زمانہ تک لڑکی خاندان کی رسوائی سمجھی جاتی تھی۔ چنانچہ راجپوتوں کے گھروں میں بالعموم لڑکیاں مار ڈالی جاتی تھیں کیونکہ ان کی غیرت سسر کہلانیکی ذلت برداشت نہیں کرسکتی تھی۔ اسی کی طرف قرآن پاک نے اشارہ کیا ہے ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيمٌ۔ لڑکی کی پیدائش کی خبر سنکر رنج وغم کے مارے اسکا چہرہ سیاہ ہوگیا۔ لیکن اسلام کے آنیکے بعد خدا نے عورتوں کو یہ شرف بخشا کہ اپنے نبی کو بیٹیاں بھی دیں اور بیٹے بھی لیکن سلسلۂ نسب آپ کی صاحبزادی حضرت فاطمہ سے جاری کیا۔ یعنی کسی بیٹے کو قدرت نے اسکا اہل نہیں سمجھا۔ چنانچہ آپ کی کوئی نرینہ اولاد زندہ نہ رہی۔ کیا یہ عورت کی شرافت کیلئے بس نہیں ہے۔

عورتوں کی عزت وناموس کی خاطر جہاد کا حکم اللہ جل شانہ نے قرآن پاک میں فرمایا وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا وَّاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ نَصِيرًا (نساء) یعنی مسلمانوں تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ تم اللہ کی راہ میں کمزوروں اور لاچاروں کی خاطر جن میں مرد بھی ہیں عورتیں بھی ہیں اور بچے بھی جہاد نہیں کرتے جو کفار کے مظالم کی تاب لاکر بے بسی کے عالم میں پکارنے لگتے ہیں کہ خداوندا ہمیں اس ملک سے جس کے بسنے والے ظالم ہیں نکال اور غیب سے ہمارے لئے کوئی حامی کھڑا کر۔ حالت یہ تھی کہ کفار کے مظالم حد سے بڑھ گئے اور ہجرت کرنے کا حکم ہوا تو لوگ اپنے اہل وعیال کو چھوڑ کر کسی نہ کسی سمت چلے گئے لیکن بوڑھے مرد اور عورتیں اور بچے جو ہجرت کرنے سے معذور تھے مکہ ہی میں رہ گئے۔ لیکن جب ان عورتوں پر وحشیانہ حملے کئے جانے لگے تو اسلام نے جہاد کا حکم دیا۔ پس کیا اس سے عورتوں کی حمایت اور ان کے حقوق کی رعایت پر روشنی نہیں پڑتی۔

نکاح ناظرین کرام۔ اسلام نے عورتوں کو واجبی حقوق دینے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی ایک مسئلہ نکاح ہی کو لیجئے اس میں گو شوہر کے انتخاب اور دیگر معاملات پر غور کرنے کیلئے ایک ہمدرد ولی کا ہونا ضروری ہے لیکن ولی کے تجویز کردہ شوہر کے متعلق عورت کو ہاں یا نہیں کہنے کا پورا اختیار ہے۔ وہ شرعاً کسی خاص رشتے کے قبول کرنے پر مجبور نہیں کی جاسکتی اسلام کا حکم تو یہ ہے کہ اگر باپ بھی لڑکی کی مرضی کے خلاف عقد ونکاح کردے تو مسلمان حاکم کے پاس جاکر خلع کراسکتی ہے چنانچہ جتنی صحابیات نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عدالت عالیہ میں اپیل کی اور اپنے اولیاء کے کئے ہوئے نکاحوں کو ناپسند کیا۔ ان سب میں حضور نے ڈگری عورتوں کے حق میں دی۔ روایت میں مذکور ہے کہ ایک شخص نے اپنی بھتیجی کی شادی اپنی مرضی سے عبداللہ ابن عمر سے کردی تھی۔ لڑکی کو یہ رشتہ پسند نہ تھا آنحضور کے پاس مرافعہ کیا آپ نے فرمایا وھی یتیمۃ لا ینکح الا باذنھا۔ یعنی یہ یتیم ہے اس کے اذن کے بغیر نکاح نہیں کیا جاسکتا۔ پس ایسے لوگ سوچیں اور غور کریں جو لڑکی کی مرضی کے خلاف اس کی شادی کردیا کرتے ہیں یہ ان کے لئے درست نہیں ہے بلکہ یہ عورتوں کے حق رائے دہی میں ناجائز مداخلت ہے جس کے برے نتائج

بھی ایسے نادان والدین کو دیکھنے پڑتے ہیں۔ پس لڑکیوں کے انکے رشتے کے متعلق کسی نہ کسی نوعیت سے انکا منشا معلوم کرنے کی کوشش نہ کرنا سخت ناعاقبت اندیشی اور نادانی ہے یا ان کی مرضی کے خلاف جبراً ان کو کسی کے ساتھ مڑھ دینا ہرگز درست نہیں۔

طلاق مرد اور عورت کے تعلقات میں نازک مسئلہ طلاق کا ہے اس بحث کے اہم اور نازک ہونے کا یہ اثر ہوا کہ تمام ادیان اور ملل نے سخت ترین غلطیاں کیں آجکل یورپ جو تہذیب و تمدن کا مرکز بتایا جارہا ہے اس نے یہ ضابطہ اور آئین وضع کیا کہ زنا کے سوا کسی حالت میں طلاق ہوہی نہیں سکتی اسکا یہ نتیجہ ہے کہ سینکڑوں زن و شوہر ہیں جن میں صد درجہ کی کشیدگی اور چپقلش ہے باہمی نااتفاقی اور نااتحادی نے دونوں کا عیش تلخ کر دیا ہے۔ سلسلہ مناکحت کے جو اغراض و مقاصد ہیں وہ بالکل پورے ہی نہیں ہوتے لیکن ہاں اس مصیبت کبریٰ سے خلاصی کی ایک ہی تدبیر ہے کہ اپنی بیوی پر زنا کا الزام ثابت کیا جائے بدیں وجہ بڑے بڑے رؤسا و اعیان سلطنت کو اس شرمناک حرکت کا ارتکاب کرنا پڑتا ہے چنانچہ ان بیحیائیوں کے بغیر عورت کے پنجے سے رہائی نہیں ہوسکتی۔ دوسری طرف یہودی ہیں جن کے ہاں بات بات پر طلاق جائز اور مستحسن ہے۔ قرآن پاک نے فرمایا کہ زن و شوہر کا تعلق نفس پرستی کیلئے نہیں بلکہ حسن معاشرت اور الفت و محبت کیلئے ہے۔ مُحۡصِنِيۡنَ غَيۡرَ مُسَافِحِيۡنَ یعنی یہ رشتہ عفت و پاکدامنی کے لئے ہے نہ کہ بیحیائی کرنے اور مستی نکالنے کو۔ اور نکاح ہوجانے کے بعد اگر خدانخواستہ تعلقات میں کشیدگی پیدا ہوجائے تو اسلام نے پہلے آپس میں رواداری اور مروت سے گذارا کرنے کی ترغیب دی اور فرمایا فَاِنۡ كَرِهۡتُمُوۡهُنَّ فَعَسٰۤى اَنۡ تَكۡرَهُوۡا شَيۡـًٔـا وَّيَجۡعَلَ اللّٰهُ فِيۡهِ خَيۡرًا كَثِيۡرًا۔ (النساء) اگر تم عورتوں کو ناپسند کرو تو یہ ہوسکتا ہے کہ تم کو یہ چیز ناپسند ہو اور خدا اس میں بہت کچھ بھلائی پیدا کردے۔ یہی تلقین عورت کو بھی کی۔ وَاِنِ امۡرَاَةٌ خَافَتۡ مِنۡۢ بَعۡلِهَا نُشُوۡزًا اَوۡ اِعۡرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيۡهِمَاۤ اَنۡ يُّصۡلِحَا بَيۡنَهُمَا صُلۡحًا وَالصُّلۡحُ خَيۡرٌ (النساء) اور اگر کسی عورت کو اپنے شوہر سے ناراضگی کا ڈر ہو تو اس میں کچھ مضائقہ نہیں کہ دونوں صلح کرلیں اور صلح اچھی چیز ہے۔ اگر آپس میں معاملہ طے نہ ہوسکے تو فرمایا فَابۡعَثُوۡا حَكَمًا مِّنۡ اَهۡلِهٖ وَحَكَمًا مِّنۡ اَهۡلِهَا یعنی ایک آدمی مرد کی طرف سے اور ایک عورت کی طرف سے پنچ بنا کر معاملہ ان کے حوالہ کردو۔ اگر وہ نیک نیتی کے ساتھ معاملہ سلجھانا چاہیں گے تو اللہ ان کو توفیق دیگا۔ اگر صلح و آشتی کے یہ تمام مراحل طے کرنے کے بعد بھی کوئی صورت میل جول کی نہ پیدا ہوسکے اور یہ معلوم ہوجائے کہ ان کے دل آپس میں ایک دوسرے سے پھٹ چکے ہیں تو اب آخری صورت طلاق کی بتلائی گئی۔ اسلئے کہ اس انتہائی رنجش و عداوت، نااتفاقی و ناراضگی کی صورت میں بھی اگر ساتھ رہنے پر مجبور کیا جائیگا تو اس کے سوا اور کوئی نتیجہ نہیں ہوگا کہ دونوں کی زندگی اجیرن ہوجائے گی۔ اور ایک دوسرے کی جان کے درپے ہوجائیں گے۔ پس طلاق کی صورت بتلاتے ہوئے اس کے متعلق نہایت مناسب ہدایات کا لحاظ رکھا گیا۔ پہلی چیز یہ بتائی کہ طلاق بتدریج تین مہینے میں دی جائے کیونکہ ممکن ہے کہ مرد اس درمیان میں سوچ سمجھ کر اپنی رائے بدلدے اور عورت اچھی طرح رہنے پر راضی ہوجائے تو پھر حسن معاشرت کی صورت نکل آئیگی۔

اسلئے فرمایا رجعی طلاق کے بعد وَبُعُولَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِي ذَالِكَ اِنْ اَرَادُوا اِصْلَاحًا (بقرہ)
اوران کے شوہروں کوزیادہ حق ہے کہ رجوع کرلیں اگرچاہیں صلح کرنی پھراس کے بعد ضابطہ مقرر کیا کہ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ پھر اگر مرد نے آخری طلاق دیدی تو اب وہ عورت اس کیلئے کبھی جائز وحلال نہ ہوگی جبتک وہ دوسرا نکاح نہ کرے اور شوہر ثانی بھی وطی کے بعد اسکو طلاق نہ دیدے جب مرد رجعی طلاق دیکر عورت کو الگ کردیا تو جب تک وہ دوسرا نکاح نہیں کرسکتی اس کی نگہداشت کیلئے فرمایا۔
لَا تُخْرِجُوهُنَّ مِنْ بُيُوتِهِنَّ (الطلاق) ایام عدت میں عورتوں کو ان کے گھروں سے مت نکالو۔ اَسْكِنُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِنْ وُجْدِكُمْ وَلَا تُضَارُّوهُنَّ لِتُضَيِّقُوا عَلَيْهِنَّ وَاِنْ كُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَكُمْ فَاٰتُوهُنَّ اُجُورَهُنَّ وَاْتَمِرُوا بَيْنَكُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَلِلْمُطَلَّقَاتِ مَتَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ۔ ان کو رہنے کیلئے مکان دو جہاں خود تم رہتے ہو اپنی مقدور کے موافق ان کو بھی رہنے کا ٹھکانا دو اور ان کو تکلیف مت دو اور نہ پریشان کرو۔ اور اگر حاملہ ہوں تو ان کو بچہ پیدا ہونے تک نان ونفقہ دو۔ اور اگر وہ دودھ پلائیں تمہاری خاطر تو ان کو اجرت دو۔ اور آپس میں نیکی کے ساتھ معاملہ کرو اور پرہیزگاروں کے ذمے ان کی مطلقہ عورتوں کا کھانا کپڑا وغیرہ ہے۔

کیا اس سے بہتر اور اعلیٰ کوئی حکیم اور مقنن ورفارم عورتوں کیلئے قانون مرتب کرسکتا ہے؟ اور کیا دنیا میں مذہب اسلام کے سوا اور مذہب میں ان مراحم ومراعات کی نظیر ملسکتی ہے؟

خلع طلاق کے سلسلہ میں فسخ نکاح کی ایک دوسری صورت بھی ضرور ذہن نشین کرلینی چاہیے۔ یعنی طلاق مرد کا حق ہے جب وہ عورت سے بیزار ہوکر اپنی زوجیت سے الگ کرنا چاہتا ہو۔ لیکن اگر ایسی صورت پیش آجائے کہ مرد ہی نالائق ہو اور اسی میں یہ اہلیت نہ ہو کہ عورت کو اس کے حقوق کی نگہداشت کرتا ہوا شرافت وانسانیت کے ساتھ اپنی زوجیت میں رکھ سکے اور نہ وہ طلاق دیکر اس غریب کی خلاصی کرتا ہو جیسا کہ عموماً آجکل ایسے واقعات پیش آرہے ہیں اور مردوں کو اس ظلم کی بنا پر کہ نہ وہ رواداری وانسانیت کے ساتھ اپنا گھر بساتے ہیں اور نہ طلاق ہی دیتے ہیں۔ ہزاروں بے زبان عورتیں یا تو گھروں میں بیٹھی ہوئی ہر وقت اپنی موت کا انتظار کرتی رہتی ہیں اور دق وسل جیسے امراض میں مبتلا ہوکر سسک سسک کر اپنی جان ہلاک کررہی ہیں۔ یا نعوذ باللہ کفر وارتداد کی راہ اختیار کرکے اپنے ماں باپ ہی نہیں بلکہ تمام مسلمانوں کی رسوائی کا باعث بنتی ہیں۔ تو اسلام نے جس طرح مردوں کو عورتوں سے رہائی پانے کا راستہ سکھایا اسی طرح عورتوں کو بھی مردوں کے مظالم سے خلاصی حاصل کرنے کا طریقہ "خلع" بتایا تھا۔ یعنی یہ ہے کہ عورت جائز حالات میں اپنی جائز اور معقول شکایات حاکم کے سامنے پیش کرکے شوہر کو فدیہ دیکر اپنا نکاح فسخ کرالے۔

لیکن افسوس اب انگریزی قانون میں جو "محمڈن لا" کے نام سے موسوم ہے عورتوں کا یہ حق سلب کرلیا گیا ہے۔ جس کی بنا پر جو خطرناک مفاسد پیدا ہورہے ہیں اسکا اندازہ نہیں کیا جاسکتا۔ کبھی کبھی کانوں میں یہ

آواز پہنچ جاتی ہے کہ علمائے دین اور لیڈران قوم نے عورتوں کے اس حق کی طرف توجہ کی ہے لیکن افسوس کہ ابھی تک کوئی موثر قدم نہیں اٹھایا گیا جس کا کوئی خاطر خواہ نتیجہ برآمد ہو۔ حالانکہ مسئلے کی اہمیت اسقدر نازک ہوتی جاتی ہے کہ اگر غفلت وبے توجہی کا یہی عالم رہا تو وہ دن دور نہیں جبکہ مسلمانوں کی عام بداخلاقیاں اور اپنی بیویوں کے ساتھ ان کی بے پناہ بدسلوکیاں، شریف گھرانے کی عورتوں کو بھی عیسائیوں کے گرجوں اور آریوں کے آشرموں کے گرد گھومنے پر مجبور کردینگی۔ پس ضرورت ہے کہ ملک کے باا ثر حضرات اس طرف جلد سے جلد پوری توجہ مبذول کریں۔ اور ان غریب وبے زبان مظلوموں کی خاموش آہ وبکا پر کان دھریں اور اس طرح قوم کی، اسلام کی، اور مسلمانوں کی ذلت ورسوائی کا سدباب کریں۔

وراثت اس مسئلہ میں بھی دنیا کی تمام اقوام وملل مختلف الآرا رہی ہیں اور ہیں۔ عیسائیوں کے ہاں صرف اولاد اکبر جائداد غیر منقولہ کی وارث ہوتی ہے۔ ہندوؤں میں کل اولاد ذکور وارث ہوتی ہیں باقی تمام رشتہ دار محروم الارث رکھے جاتے ہیں۔ عرب میں عورتوں کو مطلق وراثت نہیں پہنچتی تھی۔ اور اب ہندوستان میں بھی دیکھا جاتا ہے کہ بعض لوگ اپنی جہالت سے عورتوں کو میراث کا مستحق نہیں سمجھتے۔ چنانچہ پنجاب میں اس کا شدت سے رواج ہے یہ اسلام کی تعلیم کے صریح خلاف ہے۔ اسلام نے میت کے تمام رشتہ داروں کو خواہ وہ مرد ہو یا عورت علی حسب مراتب کچھ نہ کچھ حصہ دیا ہے کیونکہ وراثت کا اصلی اصول میت کا تعلق اور قربت ہی یعنی جو لوگ میت کے شریک رنج وراحت تھے ان کو میت کی جائداد سے حصہ ملنا چاہئے۔ اب میں ایک شبہ کا ازالہ ضروری ولابدی تصور کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ عورتونکے مقابلے میں مردوں کو دگنی وراثت کیوں ملتی ہے واقعہ یہ ہے کہ دنیا کی گاڑی کو عورت اور مرد دونوں ملکر چلاتے ہیں جسکی کئی صورتیں ہوسکتی ہیں ایک یہ کہ عورت ومرد باہم ملکر کمائیں دوسری یہ کہ صرف عورتیں کمائیں تیسری صورت یہ کہ صرف مرد کمائیں چنانچہ مذہب اسلام نے موخر الذکر صورت کو ہی اختیار کرکے مردوں ہی کو کمانے کا مکلف قرار دیا ہے۔ پس ظاہر ہے کہ اس کے پاس اتنا مال ہونا چاہئے جسے وہ خود بھی کمائے۔ اور عورتوں کی پرورش بھی کرے کیونکہ عورتیں اس فرض سے سبکدوش ہیں۔ علاوہ بریں اس کے ذمہ عورتوں کی حفاظت بھی ہے جس کیلئے اسے غیر معمولی تیاری اور اس تیاری کیلئے رقم صرف کرنی پڑتی ہے نیز عورتوں کا نان ونفقہ مردوں پر فرض کیا گیا ہے۔ عورتوں کے مہر کا بوجھ بھی مردوں ہی کے کندھوں پر ہے۔ بچوں کے بالغ ہونے تک ان کی پرورش اور تعلیم وتربیت اور پھر انکی شادی بیاہ کی ذمہ داری بھی مردوں ہی پر عائد کی گئی ہے پس ظاہر ہے کہ ان ذمہ داریوں سے سبکدوش ہونیکے لئے مرد بہ نسبت عورت کے مال کا زیادہ محتاج ہے پس انھیں مصلحتوں کا لحاظ کرکے اسلام نے مردوں کو بمقابلہ عورتوں کے دونی رقم دلائی ہے۔ یہ ہیں عورت کے متعلق اسلام کے ضوابط وقواعد جسکے سامنے دنیا کی نظریں جھک گئیں! کیونکہ اسلام کو جو تمام مذاہب پر ترجیح ہے وہ اسی بنا پر کہ افراط وتفریط دونوں سے الگ ہے اور اسکے جسقدر احکام ہیں، تمام فطرت انسانی کے موافق ہیں۔ یہ دوسری چیز ہے کہ مسلمان اپنی بدبختی سے ان پر عمل نہ کرتے ہوں اور یہی وہ نحوست ہے جس نے آج مسلمانونکو اس ذلت پر پہنچایا ہے جس کے بعد عزت وعظمت کی کوئی راہ ان پر کھلی ہوئی نظر نہیں آتی۔ اللہ ہمیں احساس بیداری دے اور اپنے فرامین پر عمل کرنیکی توفیق بخشے۔ آمین!